شمس الاسلام بہاری

"شرم تم کو مگر نہیں آتی ...."

بھٹو حکومت کے انجن چور وزیر ریلوے میاں عطاء اللہ کی ہفوات

یادش بہ خیر میاں عطاء اللہ صاحب جو اقتدار کے زخم خوردگان میں سے ہیں نے ۹، مئی ۱۹۹۹ء کے "اوصاف" میں گئے دنوں کی تلملاتی دھوپ کے جلے بھنے چھاؤں کی تلاش میں "اوصاف" کی چھتری تلے چھپے راگ باگھوری الاپتے بھٹو کی بغل سے نکل کر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے دامن ابیض پر غلیظ چھینٹے پھینکنے کی ناتمام کوشش کی ہے۔ یعنی آسمان کی طرف منہ کر کے تھوکنے کی مشق کی ہے۔

دیکھو گے برا حال "اکابر" کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے بھی مہتاب پر تھوکا

میاں صاحب نے ابکائی کی ہے کہ:

"عطاء اللہ شاہ بخاری نے قائد اعظم سے ملاقات کی اور کہا ہماری جماعت آپ کے ساتھ شامل ہونا چاہتی ہے لیکن احرار کے لیے (۹۰) نوے ہزار روپے فنڈ کا اعلان کرنا ہوگا"

میاں صاحب کی معلومات اس معاملے میں زیرو سے بھی نیچے ہیں۔ ۸، جون ۱۹۳۶ء کو ایک میٹنگ لاہور میں ہوئی جس میں بحیثیت جماعت، احرار اور جمعیۃ علماء کو بھی دعوت دی گئی۔ مشترکہ پلیٹ فارم سے الیکشن کے لیے کام ہوتا رہا۔ لیکن "یور پئین" مسلمانوں کے رویے ایسے تھے جن کے ساتھ نباہ مشکل تر تھا۔ اس لئے احرار اور جمعیۃ لیگ سے الگ ہو گئے۔ میاں صاحب اپنی جہالت دور کر لیں کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مسٹر جناح سے تمام عمر ملاقات نہیں ہوئی۔ میاں صاحب کے بقول اگر ملاقات ہوئی ہے تو وہ ریکارڈ سامنے لائیں۔ وہ یقیناً یہ ثابت نہ کر سکیں گے۔

احرار رہنماؤں کی مسٹر جناح سے پہلی ملاقات انہی کی خواہش پر لاہور میں ڈاکٹر عبدالقوی لقمان کی رہائش گاہ پر ہوئی جب وہ انتخابات کے سلسلہ میں دیگر مسلم جماعتوں کا تعاون حاصل کرنے لاہور آئے تھے۔ اور سر شفیع لیگ نے انہیں لاہور ہی میں جلسہ کرنے سے جبراً روک دیا تھا۔ اس ملاقات میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا مظہر علی اظہر شریک تھے۔ جبکہ چودھری افضل حق تنظیمی مصروفیات کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور جناح صاحب کے نام اپنے ایک خط میں چودھری صاحب نے اپنی ملاقات نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔

جناح صاحب کی دوسری ملاقات دفتر لاہور میں ہوئی جب وہ خود تشریف لائے اور مولانا حبیب الرحمٰن سے گفتگو ہوئی۔ جناح صاحب نے لاہور میں جلسہ کرنے کے لیے اور انتخابات میں مسلم لیگ سے تعاون کے لیے احرار سے درخواست کی۔ مجلس احرار کے کارکنوں نے سر شفیع کا چیلنج قبول کرتے ہوئے جناح صاحب کا جلسہ کرایا۔ اور اس جلسہ کی بہت بھاری قیمت تحریک مسجد شہید گنج کی صورت میں ادا کی۔

تیسری ملاقات بھی صرف مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ہی کی جو دہلی میں جناح صاحب کی رہائش پر ہوئی۔ مجلس احرار، مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں شامل ہوئی مگر لیگ میں شامل انگریز کے ٹوڈیوں کو سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ انہوں نے جناح کو صاف کہہ دیا کہ احرار کے ساتھ ہم نہیں چل سکتے۔ لہذا ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ احرار کو پارلیمنٹری بورڈ

سے الگ ہونا پڑا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "اکابر احرار اور محمد علی جناح" از تاج الدین لدھیانوی۔ "مجلس احرار اور تاریخی تحریف کی یلغار" از تاج الدین لدھیانوی، شورش کاشمیری۔ "احرار اور مسلم لیگ" از محمد رفیق اختر "تحریک مسجد شہید گنج" از جانباز مرزا۔

مسٹر جناح کو جب اپنے ساتھیوں کے خیالات کا علم ہوا تو دفتر احرار میں ملاقات کے دوران مولانا حبیب الرحمٰن سے فرمایا:

"میں چاہتا تھا کہ آپ بھی میرے ساتھی بنیں مگر جب میرے اپنے بعض ساتھی آپ کے ساتھ نہ چل سکیں تو کیا کیا جائے"۔

دہلی میں ہونے والی آخری ملاقات میں مسٹر جناح نے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو بازو سے پکڑ کر فرمایا:

مولانا میرا ساتھ دیجیے۔ پھر دیکھئے میں کیا کرتا ہوں۔"

مولانا نے برجستہ جواب دیا:

"آپ نے مجھے بازو سے پکڑا ہے۔ آپ چھوڑ تو نہیں دیں گے؟

آپ کے موجودہ ساتھی ہمیں برداشت کر لیں گے؟ کہیں پھر شفیع لیگ کا مردہ زندہ نہ ہو جائے اور آپ اپنے ساتھیوں ہی کی وجہ سے دوسری الجھن میں پھنس جائیں۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں"

مولانا حبیب الرحمٰن کی روایت ہے کہ مسٹر جناح سے آخری ملاقات خوشگوار ماحول میں ہوئی اور انہوں نے دوبارہ ملاقات کی خواہش بھی ظاہر کی مگر لیگی ٹوڈیوں نے حالات ایسے بگاڑے کہ......ع

اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ جاہ کا

میاں عطاء اللہ بھٹو دور میں وزیر ریلوے تھے تو "انجن چور" مشہور تھے۔ وہ بھٹو حکومت کے خاتمے کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ ۲۳ برس بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اپنے قائد سے کیا خوب وفا کی ہے؟ آج ان کے پیٹ میں نام نہاد حب الوطنی کا مروڑ اٹھا ہے تو اس کا علاج دوسرا ہے۔ آزادی کے ہیروز اور ملک و ملت کے محسنوں پر کیچڑ اچھالنے سے وہ اپنی چوریوں، بددیانتیوں اور غلاظتوں کو نہیں چھپا سکتے۔ انہیں اپنی جہالت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگنی چاہیئے۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے داڑھی رکھ کر چوری کی ہے اور جھوٹ بھی بولا ہے۔ ان کی داڑھی تو سفید ہو گئی مگر دل کی سیاہی نہ گئی۔ ریلوے انجنوں کی گڑگڑاہٹ اور بے نظیر کی سرسراہٹ میں انہیں عطاء اللہ شاہ بخاری کیسے دکھائی دیں؟ میاں صاحب نہ تو مورخ ہیں نہ تاریخ کے طالب علم بلکہ سرے سے طالب علم ہی نہیں۔ لوگ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کے مبلغ علم سے بھی واقف ہیں۔ اس باب میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر ان کی اصلاح کے لیے حضرت آغا شورش کاشمیری کے ایک مضمون سے اقتباس نقل کرتا ہوں کہ میاں صاحب کچھ دن آغا شورش مرحوم کی جوتیوں میں بھی بیٹھتے رہے ہیں۔ شورش مرحوم نے یہ مضمون میاں صاحب ہی کے ایک پیش رو ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کی اسی قسم کی ہرزہ سرائی کے جواب میں لکھا تھا۔ شاید اس گواہی سے میاں صاحب کی جہالت دور ہو سکے اگرچہ ان کا آئیڈیل ابوجہل ہے

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

"ماں نے وہ انسان ہی پیدا نہیں کیا جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور چودھری افضل حق کے اس "رضاکار" کو خرید سکے۔ تو پھر ان بزرگوں کا سودا گر کون ہو سکتا تھا۔ اور وہ کون سے کباڑیے تھے جن کے مال غنیمت پر ان کی نگاہ تھی۔ یہ لوگ فقر و استغنا کے پیکر تھے۔ انہوں نے عمر بھر دولت سے نفرت کی وہ لوگ جو ان کے اخلاص و استقامت پر حملہ زن ہوتے ہیں۔

انہیں غالباً معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے ہمیشہ انہیں اس طرح سمجھا گویا بہ قول اقبال یہ لوگ پیدا نہیں ہوئے۔

شورش کاشمیری جب درباروں کی مخلوق کو پتھروں کے ڈھیر سمجھتا ہے۔ تو ان لوگوں کی غیرت کا آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے جن میں ابوذر غفاری کی حمیت اور عمر بن خطاب کی استقامت تھی۔

اس قسم کی روایتوں کے واضعین کے متعلق ایک فیصلہ قرآن کا بھی ہے۔

لعنتہ اللّٰہ علی الکاذبین

توقع کی جا سکتی ہے کہ موصوف (ڈاکٹر عاشق بٹالوی) آئندہ خامہ فرسائی کے شوق میں ان باتوں کے تحریر کرنے سے اجتناب برتیں گے۔ جن کے وجود پر بے سروپا ہونے اطلاق ہوتا ہے۔ جن کے وہ راوی نہیں مصنف ہیں۔

(ہفت روزہ "چٹان" شمارہ نمبر ۱۸ جلد ۲۰ مورخہ یکم مئی ۱۹۶۷ء)

بقیہ از ص ۳۶

آپ کا وفادار رہوں گا، بھٹو صاحب نے کہا کہ تم میرے وفادار تو رہو گے لیکن آئین سے وفاداری کا حلف بھی اٹھائیں ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ بھٹو صاحب میں آپ کے پاؤں چومنا چاہتا ہوں۔۔۔"

میاں عطاء اللہ صاحب کی ہرزہ سرائی پڑھ لیجئے اور اس کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیجئے۔

میاں عطاء اللہ صاحب اس وقت نابالغ تھے جب سید عطاء اللہ شاہ بخاری بقول ان کے ۹۰ ہزار کا مطالبہ کر رہے تھے۔ میاں عطاء اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ایک نظر دیکھا ہوتا تو آج وہ اس درویش پر یہ تہمت نہ لگاتے جو نصف صدی تک کسی بدترین دشمن کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی "کھل کر پاکستان کی مخالفت کرنے" کا کسی مستند کتاب سے حوالہ دیا ہوتا ہے۔ میاں صاحب کو شاید پاکستان کی حمایت میں "دو قومی نظریہ" پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کاش میاں صاحب پڑھے لکھے لوگوں کا طرز اپناتے اور اپنی ہر بات کی تائید میں تاریخ کی کتب سے مستند حوالے پیش کرتے کہ فلاں وقت فلاں نے چرس، ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر کو وسعت دے کر اتنی دولت کمائی اور سوس بنک میں رکھی فلاں فلاں ایجنسی نے اس کی تصدیق کی ہے ملاحظہ ہوں فلاں فلاں حوالہ جات، ہم سمجھتے کہ میاں صاحب باتدبیر صاحب علم وزیر ہیں۔

میاں عطاء اللہ صاحب چونکہ شکل و شباہت سے اسلام پسند نظر آتے ہیں اور شاید ان کی خواہش ہو گی کہ بارگاہ رب العزت میں شرمسار نہ ہوں، میاں صاحب سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طعنے دینے، برے ناموں سے پکارنے سے قرآن میں منع فرمایا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ ضیاء الحق کی موت ایسی آئی کہ گھر والوں کے پاس کوئی شناخت نہ رہی، مونچھوں والا جرنیل، یہ کسی سلجھے مسلمان کا طرز تکلم نہیں ہے۔

میاں صاحب ہر بات یوں کرتے ہیں جیسے وہ ہمزاد کی طرح ہر لمحہ قائداعظم اور بھٹو کے ساتھ رہے خصوصاً جب ضیاء الحق بھٹو کے پاؤں چومنا چاہتے تھے۔ جو شخص ہر لمحہ قرآن جیب میں رکھتا تھا جس پر میاں صاحب خود گواہ ہیں اور جس کا ماضی گواہ ہے کہ جرنیل بننے تک اس نے کسی کے ہاتھ نہ چومے وہ بھٹو کے پاؤں چومنا چاہتا تھا۔ لعنت ہے ایسی "سچائی" پر میاں صاحب کے بقول پھر میں نے بھی جرنیل بنانے کی تائید کر دی اس پر ہمیں ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ کسی ڈپٹی کمشنر کے چپڑاسی کی بیوی کوارٹروں میں رہنے والوں کو سنا کر اکثر کہا کرتی تھی "نھنے دا ابا دورے تے گیا اے تے ڈپی سی وی نال ای گیا اے" یعنی دورہ ڈی سی کا نہیں چپڑاسی کا ہے۔ یہی حال میاں صاحب کا ہے۔ "ضیاء الحق خوف زدہ اور ڈرپوک حکمران"؟ اس کا "ثبوت" اس نے افغانستان میں روس جیسی سپر پاور تباہ کر کے مہیا کر دیا تھا۔